مقالات

جناب غلام مصطفٰے ظہیر
متعلم جامعہ علوم اثریہ

قسط (۲)

اتباعِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم

بخاری، مسلم کی ایک حدیث میں ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جنتی لوگ اپنے سے بلند درجہ جنتیوں کو ان کے بالاخانوں پر اس طرح دیکھیں گے جیسے تم کسی چمکدار، روشن ستارے کو مشرق و مغرب میں دیکھتے ہو۔" صحابہ کرامؓ نے عرض کی، "اللہ کے رسولؐ! یہ منزلیں تو انبیائے کرامؑ کے لیے مخصوص ہوں گی، تب کوئی دوسرا تو وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا؟" آپؐ نے فرمایا: "کیوں نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان منزلوں تک وہ بھی پہنچیں گے جو اللہ پہ ایمان لائے اور رسولوں کو سچا جانا اور مانا!"

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان لوگوں کے بارے ارشاد ہوا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ۔"

(المجادلۃ: ۲۰)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے!"

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی سے اطاعت و اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت ظاہر و باہر ہے ـــــ تو پھر کیا زندگی کی یہ مہلتیں جو ہمیں حاصل ہیں، ان میں یہ بات سوچ لینے کی نہیں کہ ہم اس پیغامِ ربانی کو قبول کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنا شعار بنائیں اور آپؐ کی نافرمانی سے اجتناب کریں؟

اطاعت واتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ کے فرامین کو اصل الاصول جانا جائے، آپؐ کی بات پر کسی دوسرے کی بات کو مقدم نہ رکھا جائے، بلکہ اس کے مقابلے میں ہر کسی کی بات چھوڑ دی جائے۔ کیونکہ آپؐ وہ ہستی ہیں کہ حضرت انبیاء علیہم السلام تک سے آپؐ پر ایمان اور آپؐ کی نصرت کا وعدہ لیا گیا ——— ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ" (آلِ عمران : ۸۱)

"جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دوں، پھر تمہارے پاس وہ رسولؐ آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے، تو تمہیں اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے۔ فرمایا، تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں!"

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے :

"حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کرے کہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپؐ کی تابعداری میں لگ جائے ....."

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، "یا رسولؐ اللہ! میں نے ایک دوست قریظی یہودی سے کہا تھا کہ وہ تورات کی جامع باتیں مجھے لکھ دے، تو اگر فرمائیں تو میں انہیں پیش کروں؟" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن ثابتؓ نے کہا، آپؓ

دیکھتے نہیں کہ آپؐ کے چہرہ کا کیا حال ہے؟ تو حضرت عمرؓ کہنے لگے؛ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر خوش ہوں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ دور ہوا اور فرمایا، "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر حضرت موسیٰؑ تم میں آجائیں اور تم ان کی تابعداری میں لگ جاؤ اور مجھے چھوڑ دو تو سب گمراہ ہو جاؤ!"

نیز فرمایا:

"تمام امتوں میں سے میرے حصے کی امت تم ہو، اور تمام نبیوں میں سے تمہارے حصے کا نبی میں ہوں!" ___ مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ "اہلِ کتاب سے کچھ نہ پوچھو، وہ خود گمراہ ہیں تمہیں راہِ راست کیسے دکھائیں گے؟ اللہ کی قسم، اگر موسیٰؑ بھی تم میں زندہ موجود ہوتے تو انہیں بھی بغیر میری تابعداری کے اور کچھ حلال نہ تھا!" ___ بعض حدیثوں میں ہے کہ "اگر (حضرت) موسیٰؑ اور (حضرت) عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔" پس ثابت ہوا کہ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور امامِ اعظم ہیں جس زمانہ میں بھی آپؐ کی نبوت ہوتی، آپؐ واجب الاطاعت تھے۔ اور تمام انبیاءؑ کی تابعداری پر، جو اس وقت ہوں، آپؐ کی فرمانبرداری مقدم رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات بیت المقدس میں تمام انبیاءؑ کے امام آپؐ ہی بنائے گئے۔" (تفسیر ابنِ کثیر مترجم مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی، تحت آیت مذکور)

مقامِ غور ہے کہ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں تمام انبیاء علیہم السلام کی بات نہیں چل سکتی، تو اس کائنات میں اور کون ہے جس کی بات کو آپؐ کی بات پر ترجیح دی جائے؟ ___ افسوس، آج بہت سے لوگ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر امتیوں کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے مسالک کے نام امتیوں کے ناموں پر رکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں ___ اس کے ساتھ انہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا دعویٰ بھی ہے ___ انا للہ وانا الیہ راجعون!

پس ہم پر لازم ہے کہ ہم کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں اور انہی کو حرزِ جان بنائیں ___ آپؐ ہی کے طریقہ کو اپنا کر فلاح و نجات کے طالب ہوں اور آپؐ کی سنت کو محبوب رکھیں ___ آپؐ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔" (ترمذی)

"جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھے محبوب جانا۔ اور جس نے مجھے محبوب رکھا، وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا!"

قرآنِ مجید میں ہے :

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا" (الاحزاب : ۲۱)

"تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی (کرنی) بہتر ہے، اس شخص کو جسے اللہ تعالیٰ (سے ملنے) اور روزِ آخرت (کے آنے) کی اُمید ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو!"

یعنی زندگی کے اجتماعی معاملات ہوں یا انفرادی، دنیوی ہوں یا دینی، ان میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو اپنانے کے پابند ہیں اور آپؐ ہی کی تعلیمات ہمارے لیے مشعلِ راہ! —— اسی لیے فرمایا:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا —— الآية!" (الحشر : ۷)

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو چیز تمہیں دیں وہ لے لو، اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو!"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے افزائشِ حسن کے لیے ہاتھ گودنے، مصنوعی بال (وِگ) لگانے اور دانتوں میں سوراخ کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔" ایک عورت بولی، "یہ مسئلہ قرآن میں تو نہیں ہے؟" آپؓ نے فرمایا، "کیا تم نے قرآنِ مجید میں آیت "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ ...." نہیں پڑھی؟" اس نے جواب دیا، "پڑھی ہے!" اس پر آپؓ نے فرمایا: "تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے!"

آپؓ کا مقصود یہ تھا کہ جب آپؐ ایک بات سے منع فرما رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ جس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما دیں اس سے باز رہو، تو پھر مذکورہ مسئلہ قرآنِ مجید میں موجود کیسے نہ ہوا؟ —— جبکہ قرآنِ مجید ہی میں یہ بھی ہے کہ:

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ"

"جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔"

خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

"اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ" (ابوداؤد)

"آگاہ رہو! مجھے قرآن ملا ہے، اور اسی کی مثل ایک اور چیز بھی ملی ہے، (یعنی سنّت، جس پر عمل کرنا بھی اسی طرح ضروری ہے!)"

اسی بات کو اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمایا :

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ۝

(النجم : ۳-۴)

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہشِ نفس سے بات بنا کر نہیں کہتے بلکہ وہ تو وحی ہے جو آپؐ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔"

ضمناً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی دین و شریعت کے بارے اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کہتے تو اور کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ دینی معاملات میں اپنی مرضی اور رائے پر عمل کرے؟ —— بایں ہمہ اگر وہ اس کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ اللہ رب العزّت کی نگاہ میں ہدایت سے قطعی دور ہے —— ہدایت کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ صرف اور صرف اطاعتِ الٰہی ہے اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم !

حضرت زیدؓ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبنّٰی تھے، آپؐ نے اپنی پھوپھی زاد حضرت زینبؓ سے ان کا نکاح کرنا چاہا تو حضرت زینبؓ نے پس و پیش کی کہ میں ایک غلام سے شادی کیسے کروں؟ اس پر آیت نازل ہوئی :

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا"

(الاحزاب : ۳۶)

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار باقی سمجھیں —— اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہ ہو گیا۔"

حضرت زینبؓ نے جب یہ سُنا تو فوراً بول اٹھیں کہ آپؐ کی پسند میری پسند ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت زیدؓ سے کر دیا۔

آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کس طرح آپؐ کے حکم کی تعمیل کرنے اور اس کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتے تھے —— ان کی اس درجہ اطاعتِ رسولؐ ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ بارگاہِ ربانی سے انہیں "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ" کا خطاب ملا !

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ ایک یہودی اور ایک (بہ ظاہر) مسلمان (لیکن درحقیقت منافق) کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلہ کرانے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق آپؐ کے اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور اس نے فیصلہ پر نظرِ ثانی کے لیے حضرت عمر فاروقؓ کے پاس جانے کی تجویز پیش کی۔ یہودی مطمئن تھا کہ عمر فاروقؓ کا فیصلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے سے مختلف نہیں ہو سکتا، اس لیے اس نے یہ تجویز منظور کر لی۔ دونوں حضرت عمر فاروقؓ کے پاس پہنچے۔ آپؓ نے ماجرا پوچھا تو یہودی کہنے لگا، یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہیں ہوا اور اب آپ سے فیصلہ کرانا چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے منافق سے پوچھا، کیا یہ ٹھیک کہتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں! آپؓ نے فرمایا، تشریف رکھیے، میں ابھی آتا ہوں۔ آپؓ گھر میں داخل ہوئے، تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے تو آپؓ کے ہاتھ میں تلوار تھی، جس سے آپؓ نے منافق کی گردن اڑا دی، ساتھ ہی فرمایا:

"ھٰذا اقضاء لمن لم یرض بقضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

"(میرے نزدیک) اس شخص کا فیصلہ یہی ہو سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے سے راضی نہیں ہوتا کہ اسے قتل کر دیا جائے!"

اس پر شہر بھر میں شور برپا ہوا کہ عمرؓ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے۔ ادھر مقتول کے وارثوں نے آپؐ کے ہاں قصاص کا دعویٰ دائر کر دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پریشان ہو گئے تو قرآنِ مجید کی آیات نازل ہوئیں:

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا" (النساء: ٦١)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، اس کی طرف، اور رسولؐ کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ آپؐ سے اعراض کرتے اور رکے جاتے ہیں۔"

یعنی یہ قتل ہونے والا مسلمان نہیں تھا، بلکہ منافق تھا۔ یہ اگر مسلمان ہوتا تو اپنے قضیے میں اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتا ـــــ پھر وہ تارکے

متعلق فرمایا :۔

"فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا"

(النساء : ٦٢)

"تو کیسی بات ہے کہ جب ان کے اعمال (کی شامت) سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو آپؐ کے پاس بھاگے آتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ، ہمارا مقصود تو بھلائی اور موافقت تھا (یعنی ہم عمرؓ کے پاس اس لیے گئے تھے کہ شاید وہ صلح کرادیں)"!

مزید فرمایا :

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا"

(النساء : ٦٥)

"آپؐ کے رب کی قسم، یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپؐ کو منصف نہ بنالیں، اور جو فیصلہ آپؐ کریں اس پر اپنے دل میں تنگ نہ ہوں، بلکہ اسے خوشی سے مان لیں، تب تک یہ مومن نہیں ہوسکتے"!

مطلب بالکل واضح ہے کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے اتفاق نہیں، وہ مومن نہیں ہوسکتا ـــــ عمر فاروقؓ نے درست فیصلہ کیا ہے، انہوں نے کسی مسلمان کو نہیں، منافق کو قتل کیا ہے، لہٰذا دعویٰ خارج کیا جاتا ہے۔

قارئینِ کرام! اس واقعہ سے اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت ظاہر د باہر ہے ـــــ حضرت عمرؓ نے اس شخص کو قتل کرتے وقت یہ فرمایا تھا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کو نہیں مانتا، عمرؓ کا فیصلہ اس کے بارے میں یہی ہوسکتا ہے کہ اسے قتل کردیا جائے ـــــ اور اسی کی تائید قرآنِ مجید نے فرمائی! یہ واقعہ جہاں حضرت عمر فاروقؓ کی فضیلت پر شاہد عدل ہے، وہاں ہمارے لیے عبرت کا مقام بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو چھوڑ کر امتیوں کی بات کو مقدم رکھنے کی سزا اللہ رب العزت کے ہاں کیا ہوسکتی ہے؟

(جاری ہے)